

دین کے تین اہم اصول

تألیف

شیخ الاسلام محمد بن عبدالوہاب

نظر ثانی

مشتاق احمد کریمی

طباعت و اشاعت

وزارت اسلامی امور اوقاف و دعوت ارشاد

مملکت سعودی عرب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
دین کے تین اہم اصول
تمہید

قارئین کرام:

اللہ تعالیٰ آپ پر رحمت نازل فرمائے، یہ بات اچھی طرح ذہن نشین کر لیجئے کہ ہم پر درج ذیل چار مسائل کا علم حاصل کرنا واجب ہے۔

پہلا مسئلہ: حصولِ علم

یعنی اللہ تعالیٰ، اس کے نبی ﷺ اور دین اسلام کی معرفت دلائل کے ساتھ حاصل کرنا۔

دوسرا مسئلہ: عمل

حاصل کردہ علم پر عمل پیرا ہونا۔

تیسرا مسئلہ: دعوت

اس (دین اسلام) کی طرف دعوت دینا۔

چوتھا مسئلہ: صبر و استقامت

دعوت دین میں پیش آمدہ مشکلات و مصائب پر صبر و استقامت اختیار کرنا، اور ان مسائل کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی ہے:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

﴿ وَالْعَصْرِ ۞ إِنَّ الْإِنْسَانَ لَفِي خُسْرٍ ۞ إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا

الصَّالِحَاتِ وَتَوَّصُوا بِالحَقِّ وَتَوَّصُوا بِالصَّبْرِ ۞﴾

(سورة العصر)

زمانے کی قسم، انسان درحقیقت خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال کرتے رہے اور ایک دوسرے کو حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا اس سورہ عصر کے بارے میں ارشاد ہے:

((لَوْ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ حُجَّةً عَلَىٰ خَلْقِهِ إِلَّا هَذِهِ السُّورَةُ لَكَفَتْهُمْ))

اگر اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق پر بطور حجت صرف اسی ایک سورت کو نازل فرماتے تو یہ ان کی ہدایت کے لئے کافی ہوتی۔

اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف میں ایک باب کی ابتداء یوں کی ہے:

((بَابُ الْعِلْمِ قَبْلَ الْقَوْلِ وَالْعَمَلِ لِقَوْلِ اللَّهِ تَعَالَى))

قول و عمل سے قبل حصول علم کا بیان، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿ فَأَعْلَمُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرُ لِذَنْبِكَ ﴾ (سورة محمد: ۱۹)

جان لیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور آپ اپنی خطا کی معافی مانگتے رہتے۔

فَبَدَأَ بِالْعِلْمِ-

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس میں قول و عمل سے پہلے علم کا ذکر کیا ہے۔

قارئین کرام:

اللہ تعالیٰ آپ پر اپنی رحمتیں نازل فرمائے، یہ بات بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لیں کہ مندرجہ ذیل تین مسائل کا علم حاصل کرنا اور ان پر عمل کرنا بھی ہر مسلمان مرد اور عورت پر واجب ہے۔

پہلا مسئلہ:

اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا، رزق عطا فرمایا اور یوں ہی ہمیں مہمل نہیں چھوڑ بلکہ ہماری طرف اپنا رسول ﷺ بھیجا، جس نے ان کی اطاعت کی وہ جنتی ہو گیا اور جس نے ان کے احکام سے سرتابی و سرکشی کی وہ جہنمی ہو گیا اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ

رَسُولًا ﴿ فَعَصَىٰ فِرْعَوْنَ الرَّسُولَ فَأَخَذْنَاهُ أَخْذًا وَبِيلاً ﴾ (سورة

المزمل: ۱۵-۱۶)

تم لوگوں کے پاس ہم نے اسی طرح ایک رسول گواہ بنا کر بھیجا ہے جس طرح فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا (پھر دیکھ لو جب) فرعون نے اس رسول کی بات نہ مانی تو ہم نے اس کو بڑی سختی کے ساتھ پکڑ لیا۔

دوسرا مسئلہ:

اللہ تعالیٰ کو یہ بات قطعاً ناگوار ہے کہ اس کی عبادت میں اس کے ساتھ کسی دوسرے کو بھی شریک کیا جائے، نہ کسی مقرب فرشتے کو اور نہ ہی اللہ تعالیٰ کے طرف سے آنے والے نبی کو اور اس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسَاجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں لہذا (ان میں) اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ

پکارو۔

تیسرا مسئلہ:

جس نے رسول اللہ ﷺ کی اطاعت و فرماں برداری کی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت و یکتائی کو بھی تسلیم کیا اس کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں کہ وہ ایسے لوگوں سے راہ و رسم اور رشتہ ناطہ رکھے جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے ساتھ دشمنی رکھتے ہوں خواہ وہ دنیوی رشتہ کے اعتبار سے کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔

اس بات کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُوَادُّونَ مَنْ حَادَّ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا آبَاءَهُمْ أَوْ أَبْنَاءَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَتَهُمْ أُولَئِكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْإِيمَانَ وَأَيَّدَهُم بِرُوحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أُولَئِكَ حِزْبُ اللَّهِ أَلَا إِنَّ حِزْبَ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ (المجادلة: ۲۲)

تم کبھی یہ نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان، یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کر دیا ہے اور ان (کے قلوب) کو اپنے فیض سے قوت بخشی ہے، وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، ان میں وہ ہمیشہ رہیں گے، اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، وہ اللہ کی جماعت کے لوگ ہیں، خردار رہو، اللہ کی جماعت والے ہی فلاح پانے والے ہیں۔

قارئین کرام:

اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت و فرماں برداری کی طرف آپ کی راہنمائی کرے، یہ بات بھی بخوبی سمجھ لیں کہ حقیقت و ملت ابراہیمی یہ ہے کہ آپ پورے اخلاص کے ساتھ صرف ایک اللہ کی عبادت کریں، اسی کام کا اللہ تعالیٰ نے تمام لوگوں کو حکم دیا ہے اور اسی غرض کے لئے انہیں پیدا فرمایا ہے، جیسا کہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ﴾ (الذاریات: ۵۶)

میں نے جن اور انسانوں کو اس کے سوا کسی کام کے لئے پیدا نہیں کیا ہے کہ وہ میری بندگی کریں۔

يعبدون کے معنی یہ ہیں:

”میری وحدانیت و یکتائی کو دل و جان سے قبول کرو،“

اللہ تعالیٰ نے جن امور کا حکم دیا ہے ان میں سب سے ارفع و اعلیٰ چیز ”توحید“ ہے، جو ہر قسم کی عبادات صرف اللہ واحد کے لئے بجالانے کا دوسرا نام ہے، اور جن امور سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے، ان میں سب بڑا شرک ہے جو غیر اللہ کو اپنی نداء و دعاء میں اس کے ساتھ شامل کر لینے کا دوسرا نام ہے، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان گرامی ہے:

﴿وَأَعْبُدُوا اللَّهَ وَلَا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئًا﴾ (النساء: ۳۶)

اور تم سب اللہ کی بندگی کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ۔

دین کے تین اہم اصول

- اگر آپ سے پوچھا جائے کہ وہ کون سے تین اصول ہیں جن کی معرفت حاصل کرنا ہر انسان پر واجب و ضروری ہے؟ تو کہہ دیجئے:
- ۱- بندے کا اپنے رب کی معرفت حاصل کرنا۔
 - ۲- اپنے دین کی معرفت حاصل کرنا۔
 - ۳- اپنے نبی حضرت محمد ﷺ کی معرفت حاصل کرنا۔

پہلا اصول

اللہ تعالیٰ کی معرفت:

اگر آپ سے استفسار کیا جائے کہ آپ کا رب کون ہے؟ تو آپ کہہ دیجئے کہ میرا رب اللہ ہے جس نے اپنے فضل و کرم سے میری اور تمام جہانوں کی پرورش کی، وہی میرا معبود ہے اس کے سوا میرا دوسرا کوئی معبود نہیں اور اس کی ربوبیت و پروردگاری کی دلیل ارشاد گرامی ہے:

﴿الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ﴾ (الفاتحہ: ۱)

ہر قسم کی تعریف اللہ تعالیٰ کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پرورش کرنے اور پالنے والا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات کے سوا ہر چیز عالم (جہاں) ہے اور میں اس عالم کا ایک فرد ہوں۔

اگر آپ سے یہ سوال کیا جائے کہ آپ نے اپنے رب کو کس چیز کے ذریعے

پہنچانا؟ تو کہہ دیجئے کہ اس کی آیات (نشانیوں) اور مخلوقات کے ذریعے سے پہنچانا اور اس کی نشانیوں میں سے رات، دن، سورج اور چاند کا وجود ہے اور اس کی مخلوقات میں سے ساتوں زمینیں اور ساتوں آسمان ہیں اور جو کچھ ان سب کے اندر اور ان کے مابین ہے۔

اللہ کی نشانیوں کی دلیل، اس کا یہ ارشاد ہے۔

﴿وَمِن آيَاتِهِ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ لَا تَسْجُدُوا لِلشَّمْسِ وَلَا
لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوا لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَهُنَّ إِن كُنتُمْ آيَاهُ تَعْبُدُونَ﴾
(فصلت: ۳۷)

اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہیں یہ رات اور دن اور سورج اور چاند، سورج اور چاند کو سجدہ نہ کرو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا، اگر فی الواقع تم اسی کی عبادت کرنا چاہو۔

اور اس کی مخلوقات کی دلیل اس کا یہ فرمان ہے:

﴿إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ
اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهُ حَثِيثًا وَالشَّمْسَ
وَالْقَمَرَ وَالنُّجُومَ مُسَخَّرَاتٍ بِأَمْرِهِ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَارَكَ اللَّهُ
رَبُّ الْعَالَمِينَ﴾ (الاعراف: ۵۴)

درحقیقت تمہارا رب اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دنوں میں پیدا کیا اور پھر پر اپنے عرش بریں پر مستوی ہوا جو رات کو دن ڈھانک دیتا ہے اور پھر

دن رات کے پیچھے دوڑا چلا آتا ہے، جس نے سورج، چاند ستارے پیدا کئے سب اس کے فرمان کے تابع ہیں، خبردار رہو اسی کا خلق ہے اور اسی کا امر ہے، بڑا بابرکت ہے اللہ سارے جہانوں کا مالک و پروردگار۔

اور رب کائنات ہی لائق عبادت اور معبود برحق ہے، اس کی دلیل ارشاد الہی

ہے:

﴿يَا أَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُمْ وَالَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ
تَتَّقُونَ﴾ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ الْأَرْضَ فِرَاشًا وَالسَّمَاءَ بِنَاءً وَأَنْزَلَ مِنَ
السَّمَاءِ مَاءً فَأَخْرَجَ بِهِ مِنَ الثَّمَرَاتِ رِزْقًا لَكُمْ فَلَا تَجْعَلُوا لِلَّهِ أَنْدَادًا
وَأَنْتُمْ تَعْلَمُونَ﴾ (البقرة: ۲۱-۲۲)

لوگو، بندگی اختیار کرو اپنے رب کی جو تمہارا اور تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں، ان سب کا خالق ہے، عجب نہیں کہ تم (دوزخ سے) بچ جاؤ، وہ تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کا فرش بچھایا اور آسمان کی چھت بنائی اور اوپر سے پانی برسایا اور اسکے ذریعے سے ہر طرح کی پیداوار نکال کر تمہارے لئے رزق بہم پہنچایا، بس جب تم یہ جانتے ہو تو دوسروں کو اللہ کا مد مقابل نہ ٹھہراؤ۔

امام ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے لکھا ہے:

الْخَالِقُ لِهَذِهِ الْأَشْيَاءِ هُوَ الْمُسْتَحَقُّ لِلْعِبَادَةِ (تفسیر ابن کثیر: ۱: ۵۷، طبع مصر)

ان تمام مذکورہ اشیاء کا خالق (پیدا کرنے والا) ہی ہر قسم کی عبادت کا صحیح حقدار

ہے۔

اقسام عبادت:

اللہ تعالیٰ نے جن انواع و اقسام کی عبادت کو بجالانے کا حکم دیا ہے مثلاً اسلام، ایمان، احسان اور ایسے ہی دعا و خوف، امید و رجاء، توکل، رغبت، رہبت (ڈر)، خشوع، خشیت، رجوع، استعانت، استعاذہ (پناہ طلبی)، استغاثہ، ذبح و قربانی اور نذر و منت اور ان کے علاوہ اور بھی عبادتیں ہیں جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور یہ سب کی سب اللہ تعالیٰ کے ساتھ مخصوص ہیں۔

اس بات کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے:

﴿وَأَنَّ الْمَسْجِدَ لِلَّهِ فَلَا تَدْعُوا مَعَ اللَّهِ أَحَدًا﴾ (الجن: ۱۸)

اور یہ کہ مسجدیں اللہ کے لئے ہیں لہذا ان میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو۔ جس کسی نے ان مذکورہ بالا عبادات میں سے کسی بھی عبادت کو کسی غیر اللہ (فرشتے، ولی، پیر و مرشد) کے لئے کیا وہ مشرک و کافر ہے اور اس کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَنْ يَدْعُ مَعَ اللَّهِ إِلَهًا آخَرَ لَا بُرْهَانَ لَهُ بِهِ فَإِنَّمَا حِسَابُهُ عِنْدَ رَبِّهِ

إِنَّهُ لَا يَفْلِحُ الْكٰفِرُونَ﴾ (المؤمنون: ۱۱۷)

اور جو کوئی اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارے جس کے لئے اس کے پاس کوئی دلیل نہیں تو اس کا حساب اس کے رب کے پاس ہے بیشک کافر کبھی فلاح نہیں پاسکتے۔

مذکورہ اقسام کے عبادت ہونے کے دلائل:

دعا کے عبادت ہونے کی دلیل، حدیث پاک میں نبی اکرم ﷺ کا یہ ارشاد

گرامی ہے:

((الدُّعَاءُ مَعَ الْعِبَادَةِ)) - (ترمذی)

دعا عبادت کا مغز (اصل) ہے۔

اور قرآن پاک میں دعا کے عبادت ہونے کی دلیل یہ فرمان ربانی ہے:

﴿وَقَالَ رَبُّكُمْ ادْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ إِنَّ الَّذِينَ يَسْتَكْبِرُونَ عَنْ

عِبَادَتِي سَيَدْخُلُونَ جَهَنَّمَ دَاخِرِينَ﴾ (المؤمن: ۶۰)

تمہارا رب کہتا ہے کہ مجھے پکارو میں تمہاری دعا میں قبول کروں گا جو لوگ گھمنڈ میں آکر میری عبادت سے منہ موڑتے ہیں، ضرور وہ ذلیل و خوار ہو کر جہنم میں داخل ہونگے۔

خوف کے عبادت ہونے کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے:

﴿فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُوا رَبَّكُمْ إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (آل عمران: ۱۷۵)

پس تم انسانوں سے نہ ڈرنا مجھ سے ڈرنا اگر تم حقیقت میں صاحب ایمان ہو۔

”امید ورجاء، کے عبادت ہونے کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

﴿فَمَنْ كَانَ يَرْجُوا لِقَاءَ رَبِّهِ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ

رَبِّهِ أَحَدًا﴾ (الكهف: ۱۱۰)

پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہو اسے چاہئے کہ نیک عمل کرے

اور بندگ میں اپنے رب کے ساتھ کسی اور کو شریک نہ کرے۔

توکل کے عبادت الہی ہونے کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

﴿وَعَلَى اللَّهِ فَتَوَكَّلُوا إِن كُنْتُمْ مُؤْمِنِينَ﴾ (المائدہ: ۲۳)

اور اللہ پر بھروسہ (توکل) رکھو اگر تم مومن ہو۔

قرآن پاک کے دوسرے ایک مقام پر یوں ارشاد ہے۔

﴿وَمَنْ يَتَوَكَّلْ عَلَى اللَّهِ فَهُوَ حَسْبُهُ﴾ (الطلاق: ۳)

اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔

”رغبت و رہبت اور خشوع، کے عبادت ہونے کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ

ہے:

﴿إِنَّهُمْ كَانُوا يُسْرِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَ

كَانُوا لَنَا خَشِيعِينَ﴾ (الانبیاء: ۹۰)

یہ لوگ نیکی کے کاموں میں دوڑ دھوپ کرتے تھے اور ہمیں رغبت اور خوف کے

ساتھ پکارتے تھے اور ہمارے آگے جھکے ہوئے تھے۔

”خشیت، کے عبادت ہونے کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے:

﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِي﴾ (البقرة: ۵۰)

تم ان (ظالموں) سے نہ ڈرو بلکہ مجھ سے ڈرو:

”انابت و رجوع، کے عبادت ہونے کی دلیل یہ آیت ہے:

﴿وَأَنِيبُوا إِلَىٰ رَبِّكُمْ وَأَسْلِمُوا لَهُ﴾ (الزمر: ۵۴)

اور پلٹ آؤ اپنے رب کی طرف اور مطیع بن جاؤ اس کے۔

”استعانت، کے عبادت ہونے کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے:

﴿إِيَّاكَ نَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ﴾ (الفاتحه: ٥)

ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔
حدیث شریف میں ”استعانت“ کے عبادت ہونے کے متعلق یہ ارشاد رسالت
مآب ﷺ ایک بین دلیل ہے:

﴿وَإِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللَّهِ﴾

جب تم مدد طلب کرو تو اللہ تعالیٰ سے طلب کرو۔

استعاذہ (پناہ طلبی) کے عبادت ہونے کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

﴿قُلْ أَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ ☆ مَلِكِ النَّاسِ﴾ (الناس: ١-٢)

کہو میں پناہ مانگتا ہوں انسانوں کے رب، انسانوں کے بادشاہ (اللہ) کی۔
”استعاذہ“ کے عبادت ہونے کی دلیل یہ فرمان ربانی ہے:

﴿إِذْ تَسْتَغِيثُونَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَبْ لَكُمْ﴾ (الانفال: ٩)

(اس وقت کو یاد کرو) جب تم اپنے رب سے فریاد کر رہے تھے تو اس نے

تمہاری فریاد سن لی۔

”ذبح و قربانی“ کے عبادت ہونے کی دلیل یہ آیت قرآنی ہے:

﴿قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ ☆ لَا

شَرِيكَ لَهُ وَبِذَلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ﴾ (الانعام: ١٦٢-١٦٣)

کہو، میری نماز، میرے تمام مراسم عبودیت (قربانی) میرا جینا اور میرا مرنا سب
کچھ اللہ رب العالمین کے لئے ہے جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کا مجھے حکم دیا گیا

ہے اور سب سے پہلے سر اطاعت جھکانے والا میں ہوں۔
اور حدیث پاک میں اسکی دلیل یہ ارشاد رسالت مآب ﷺ ہے:

((لَعْنُ اللَّهِ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللَّهِ))۔ مسلم

جس نے کسی غیر اللہ (نبی، ولی، پیر، پیرومرشد، صاحب مزار) کے تقرب کے لئے جانور ذبح کیا، اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کی ہے۔

”نذر، کے عبادت الہی ہونے کی دلیل یہ ارشاد ہے:

﴿يُوفُونَ بِالنَّذْرِ وَيَخَافُونَ يَوْمًا كَانَ شَرُّهُ مُسْتَطِيرًا﴾

(الانسان: ۷)

(یہ لوگ ہیں) جو نذر پوری کرتے ہیں اور اس دن سے ڈرتے ہیں جس کی آفت ہر طرف پھیلی ہوئی ہوگی۔

دوسرا اصول

دین اسلام کو دلائل کے ساتھ جاننا:

توحید الہی کو دل جان سے اپناتے ہوئے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کے مطیع و سپرد کردینے، اس کے احکام کی اطاعت کرتے ہوئے اس کا تابع فرمان رہنے اور اس کے ساتھ کسی دوسرے کو ہرگز شریک نہ ٹھہرانے کا نام ”دین“ ہے۔

دین کے تین درجات ہیں

۱- اسلام

۲- ایمان

۳- احسان

اور پھر ان تینوں میں سے ہر ایک درجے کے کچھ ارکان ہیں:

پہلا درجہ

اسلام اور اس کے پانچ ارکان:

۱- اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

۲- نماز قائم کرنا۔

۳- زکوٰۃ ادا کرنا۔

۴- رمضان المبارک کے روزے رکھنا۔

۵- بیت اللہ شریف کا حج کرنا۔

دلائل ارکانِ اسلام

شہادتِ توحید:

شہادتِ توحید (اللہ تعالیٰ کے معبودِ وحدہ لا شریک لہ، ہونے) کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے:

﴿شَهِدَ اللَّهُ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ وَالْمَلَائِكَةُ وَأُولُو الْعِلْمِ قَائِمًا بِالْقِسْطِ
لَا إِلَهَ إِلَّا هُوَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ﴾ (آل عمران: ۱۸)

اللہ نے خود شہادت دی ہے کہ اس کی سوا کوئی لائقِ عبادت نہیں اور (یہی شہادت) سب فرشتوں اور سب اہل علم نے بھی دی ہے، وہ انصاف پر قائم ہے، اس زبردست حکیم کے سوانی الواقع کوئی لائقِ عبادت نہیں۔

شہادتِ توحید کا معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ”لا الہ الا اللہ“، میں ہر اس چیز کی نفی ہے جس اللہ تعالیٰ کے سوا پوجا کی جاتی ہے اور ”إلا اللہ“ میں صرف ایک اللہ کے لئے ہر قسم کی عبادت کا اثبات ہے، بالکل اسی طرح جیسا کہ اس کی بادشاہی میں اس کا کوئی شریک اور حصہ دار نہیں ہے۔

اس شہادت کی تفسیر و تشریح اللہ تعالیٰ ہی کے ان فرامین میں واضح طور پر موجود ہے، ارشادِ بانی ہے:

﴿وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ لِأَبِيهِ وَقَوْمِهِ إِنَّنِي بَرَاءٌ مِمَّا تَعْبُدُونَ ☆ إِلَّا الَّذِي
فَطَرَنِي فَإِنَّهُ سَيَهْدِينِ ☆ وَجَعَلَهَا كَلِمَةً بَاقِيَةً فِي عَقِبِهِ لَعَلَّهُمْ
يَرْجِعُونَ﴾ (الزخرف: ۲۶-۲۷-۲۸)

اور یاد کرو وہ وقت جب ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا تھا ”تم جن کی بندگی کرتے ہو، میرا ان سے کوئی تعلق نہیں، میرا تعلق صرف اس سے ہے جس نے مجھے پیدا کیا، وہی میری رہنمائی کرے گا اور ابراہیم یہی کلمہ (عقیدہ) اپنے اپنی اولاد میں چھوڑ گئے تاکہ وہ اس کی طرف رجوع کریں،“

اور فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا إِلَىٰ كَلِمَةٍ سَوَاءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ أَلَّا نَعْبُدَ إِلَّا اللَّهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهِ شَيْئًا وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا أَرْبَابًا مِنْ دُونِ اللَّهِ فَإِنْ تَوَلَّوْا فَقُولُوا اشْهَدُوا بِأَنَّا مُسْلِمُونَ﴾ (آل عمران: ۶۴)

آپ فرما دیجئے ”اے اہل کتاب، آؤ ایک ایسی بات کی طرف جو ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کریں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور ہم میں سے کوئی اللہ کے سوا کسی کو رب نہ بنائے،“ اس دعوت کو قبول کرنے سے اگر وہ منہ نہ موڑیں تو صاف کہہ دیجئے کہ آپ لوگ گواہ رہو، ہم تو مسلم (صرف اللہ کی بندگی و اطاعت کرنے والے) ہیں۔

شہادتِ رسالت:

اس بات کی شہادت کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، کی دلیل ارشاد الہی

ہے:

﴿لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ أَنْفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ﴾ (التوبہ: ۱۲۸)

دیکھو تم لوگوں کے پاس ایک رسول آیا ہے جو خود تم ہی میں سے ہے، تمہارا نقصان میں پڑنا اس پر شاق ہے، تمہاری فلاح کا وہ خواہشمند ہے، ایمان والوں کے لئے وہ بڑا شفیق اور رحیم ہے۔

حضرت محمد ﷺ کے رسول اللہ ہونے کی شہادت دینے کے معنی یہ ہیں کہ آپ ﷺ کے احکام کی اطاعت کی جائے، آپ نے جو خبر بھی دی ہے اس کی تصدیق کی جائے، آپ نے جن امور سے روکا اور منع کیا ہے، ان سے قطعاً اجتناب کیا جائے، اور اللہ تعالیٰ کی عبادت صرف مشروع طریقہ ہی سے کی جائے۔

نماز، زکوٰۃ اور تفسیر توحید کی مشترکہ دلیل خالق کائنات کا یہ ارشاد ہے:

﴿ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ حُنَفَاءَ وَيُقِيمُوا

الصَّلَاةَ وَيُؤْتُوا الزَّكَاةَ وَذَلِكَ دِينُ الْقِيَمَةِ ﴾ (البینہ: ۵)

اور ان کو اس کے سوا کوئی حکم نہیں دیا گیا تھا کہ اللہ کی بندگی کریں، اپنے دین کو اس کے لئے خالص کر کے بالکل یکسو ہو کر اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں، یہی نہایت صحیح و درست دین ہے۔

رمضان المبارک کے روزے رکھنے کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے:

﴿ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن

قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ﴾ (البقرة: ۱۸۳)

اے لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے فرض کر دیے گئے جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے اس سے توقع ہے کہ تم میں تقویٰ کی صفت پیدا ہوگی۔

بیت اللہ شریف کاجج کرنے کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

﴿وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتِطَاعَ اِلَيْهِ سَبِيْلًا وَمَنْ كَفَرَ

فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ﴾ (آل عمران: ۹۷)

لوگوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ حق ہے کہ جو اس گھر تک پہنچنے کی طاقت رکھتا ہو وہ اس کاجج کرے اور جو کوئی اس حکم کی پیروی سے انکار کرے تو اسے معلوم ہونا چاہئے کہ اللہ تمام دنیا والوں سے بے نیاز ہے۔

دوسرا درجہ

ایمان اور اس کے ارکان:

ارشاد نبوی ہے: ایمان کے ستر سے بھی کچھ زیادہ شعبے ہیں، جن میں اعلیٰ ترین درجہ لا اِلهَ اِلاَّ اللّٰهُ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کہنا ہے، اور سب سے ادنیٰ درجہ ایمان، راستے سے ایذاء و ضرر رساں چیزوں (کانٹے وغیرہ) کو ہٹانا ہے۔

((وَالْحَيَاءُ شُعْبَةٌ مِنَ الْاِيْمَانِ))

اور شرم و حیا بھی ایمان کا ایک شعبہ ہے۔ (مسلم)

ایمان کے چھ ارکان ہیں:

۱- اللہ پر ایمان لانا۔

۲- اس کے فرشتوں پر ایمان لانا۔

۳- اس کی کتابوں پر ایمان لانا۔

۴- اس کے رسولوں پر ایمان لانا۔

۵- روز قیامت پر ایمان لانا۔

۶- اچھی و بری تقدیر پر ایمان لانا۔

دلائل ارکانِ ایمان

ایمان کے ان چھ ارکان میں سے پہلے پانچ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گرامی

ہے:

﴿لَيْسَ الْبِرَّ أَنْ تَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكِنَّ الْبِرَّ
مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَالْمَلَائِكَةِ وَالْكِتَابِ وَالنَّبِيِّينَ﴾

(البقرہ: ۱۷۷)

نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف
بلکہ نیکی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر اور یومِ آخرت پر اور ملائکہ (فرشتوں) پر اور اللہ کی
نازل کی ہوئی کتاب اور اس کے پیغمبروں پر ایمان و یقین رکھے۔

اور چھٹے رکن ”تقدیر خیر و شر“، یا اچھی و بری تقدیر کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

﴿إِنَّا كُلُّ شَيْءٍ خَلَقْنَاهُ بِقَدَرٍ﴾ (القمر: ۴۹)

ہم نے ہر چیز ایک تقدیر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

تیسرا درجہ

احسان:

احسان کا ایک ہی رکن ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت (اس خشوع و خضوع اور

انابت و رجوع سے) کریں کہ گویا آپ اسے بچشمِ خود دیکھ رہے ہیں اور اگر آپ اس

مقام کو نہیں پاسکتے کہ آپ دیکھ رہے ہیں تو کم از کم یہ عالم ضرور ہی ہونا چاہئے کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے۔

دلائل احسان

احسان کے قرآنی دلائل یہ آیات مبارکہ ہیں:

﴿إِنَّ اللَّهَ مَعَ الَّذِينَ اتَّقَوْا وَهُمْ مُحْسِنُونَ﴾ (النحل: ۱۲۸)

اللہ تعالیٰ ان لوگوں کے ساتھ ہے جو تقویٰ سے کام لیتے ہیں اور جو ”عبادتوں کو، اچھی طرح کرتے ہیں۔

دیگر فرمان الہی ہے:

﴿وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِيزِ الرَّحِيمِ﴾ (الذی یرک حین تقومُ ☆

وَتَقَلَّبَكَ فِي السَّجْدِينَ ☆ إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ (الشعراء:

(۲۱۷-۲۲۰)

اور اس زبردست اور رحیم پر توکل رکھے جو آپ کو اس وقت دیکھ رہا ہوتا ہے جب آپ اٹھتے ہیں اور سجدہ گزار لوگوں میں آپ کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھتا ہے، وہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

مزید ارشاد ربانی ہے:

﴿وَمَا تَكُونُ فِي شَأْنٍ وَمَا تَتْلُوا مِنْهُ مِنْ قُرْآنٍ وَلَا تَعْلَمُونَ مِنْ عَمَلٍ

إِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُودًا إِذْ تُفِيضُونَ فِيهِ﴾ (یونس: ۶۱)

اے نبی ﷺ آپ جس حال میں بھی ہوتے ہو اور قرآن میں سے کچھ بھی

سناتے ہوں اور لوگو! تم بھی جو کچھ کرتے ہو اس سب کے دوران میں ہم تم کو دیکھتے رہتے ہیں۔

اور دین کے ان تین درجات پر سنت سے دلیل نبی اکرم ﷺ کی یہ مشہور

حدیث ہے جو حدیث جبرائیل علیہ السلام کے نام سے معروف ہے:

عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: بَيْنَمَا نَحْنُ جُلُوسٌ
عِنْدَ النَّبِيِّ ﷺ إِذْ طَلَعَ عَلَيْنَا رَجُلٌ شَدِيدُ بَيَاضِ الثِّيَابِ ، شَدِيدُ
سَوَادِ الشَّعْرِ ، لَا يُرَى عَلَيْهِ أَثَرُ السَّفَرِ ، وَلَا يَعْرِفُهُ مِنَّا أَحَدٌ ،
فَجَلَسَ إِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَأَسْنَدَ رُكْبَتَيْهِ وَوَضَعَ كَفَّيْهِ عَلَى فَخْذَيْهِ
وَقَالَ: يَا مُحَمَّدُ ، أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِسْلَامِ ، فَقَالَ: أَنْ تَشْهَدَ أَنْ لَا إِلَهَ
إِلَّا اللَّهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَسُولُ اللَّهِ ، وَتُقِيمَ لَصَلَاةً ، وَتُؤْتِيَ الزَّكَاةَ ،
وَتَصُومَ رَمَضَانَ ، وَتَحُجَّ الْبَيْتَ إِنْ اسْتَطَعْتَ إِلَيْهِ سَبِيلًا . قَالَ:
صَدَقْتَ . فَعَجِبْنَا لَهُ يَسْأَلُهُ وَيُصَدِّقُهُ . قَالَ: أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِيمَانِ ،
قَالَ: أَنْ تُؤْمِنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَ
بِالْقَدَرِ خَيْرِهِ وَشَرِّهِ . قَالَ: أَخْبِرْنِي عَنِ الْإِحْسَانِ ، قَالَ: أَنْ تَعْبُدَ
اللَّهَ كَأَنَّكَ تَرَاهُ ، فَإِنْ لَمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَإِنَّهُ يَرَاكَ . قَالَ: أَخْبِرْنِي عَنِ
السَّاعَةِ ، قَالَ: مَا الْمَسْئُولُ عَنْهَا بِأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ . قَالَ أَخْبِرْنِي
عَنْ أَمَارَاتِهَا ، قَالَ: أَنْ تَلِدَ الْأُمَّةُ رَبَّتَهَا وَأَنْ تَرَى الْخُفَاةَ الْعُرَاةَ
الْعَالَةَ رِعَاءَ الشَّاءِ يَتَطَاوَلُونَ فِي الْبُنْيَانِ قَالَ: فَمَضَى فَلَبِثْنَا مَلِيًّا .

قَالَ: يَا عَمْرُ اتَدْرُونَ مَنِ السَّائِلُ؟ قُلْنَا: اللَّهُ وَرَسُولُهُ أَعْلَمُ، قَالَ:

هَذَا جَبْرِيلُ أَتَاكُمْ يُعَلِّمُكُمْ دِينَكُمْ)). (بخاری و مسلم)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ اچانک ایک ایسا آدمی ہماری مجلس میں وارد ہو جس کے کپڑے نہایت سفید اور بال انتہائی سیاہ تھے، اس پر سفر کر کے آنے کی کوئی علامت (گرد و غبار اور پرگندگی) نہ تھی اور ہم میں کوئی اس کو جانتا نہیں تھا، وہ نبی اکرم ﷺ کے سامنے آپ کے گھٹنوں سے گھٹنے ملا کر اور اپنے ہاتھ اپنی رانوں پر رکھ کر دو زانو ہو کر باادب طریقہ سے بیٹھ گیا اور اس نے کہا اے محمد ﷺ مجھے بتائیے کہ اسلام کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا اسلام یہ ہے کہ آپ اس بات کی گواہی دیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور حضرت محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں، اور یہ کہ آپ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں، رمضان المبارک کے روزے رکھیں، اور اگر زاد راہ کی استطاعت ہو تو بیت اللہ شریف کا حج کریں، اس نووارد نے کہا آپ ﷺ نے سچ فرمایا، ہم اس کی بات پر متعجب ہوئے کہ پہلے تو آپ ﷺ سے سوال کرتا ہے پھر خود ہی تصدیق بھی کر رہا ہے، اس کے بعد اس نے کہا مجھے بتائیے کہ ایمان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا ایمان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ خ اس کے فرشتوں خاص کی کتابوں، اس کے رسولوں، روز قیامت اور تقدیر خیر و شر پر مکمل ایمان رکھیں، تب اس نے کہا مجھے بتائیں کہ احسان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا احسان یہ ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس خشوع و خضوع اور انابت و رجوع سے کریں کہ گویا

آپ اسے پچشم خود دیکھ رہے ہیں اور اگر آپ اس رتبہ بلند کو نہیں پاسکتے تو کم از کم یہ عالم تو ضرور ہی ہونا چاہئے کہ وہ آپ کو دیکھ رہا ہے، تو اس نے کہا مجھے آپ ﷺ یہ بتائیں کہ قیامت کب آنے والی ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا جس سے سوال کیا جا رہا ہے وہ وقوع قیامت کے بارے میں سوال کرنے سے زیادہ نہیں جانتا، تو اس نے کہا علامات قیامت ہی بتادیں، آپ ﷺ نے فرمایا: لوٹھی اپنے آقا کو جنم دے گی اور آپ دیکھیں گے کہ ننگے پاؤں ننگے بدن بھیڑ بکریاں چراتے پھرنے والے لوگ بڑی بڑی عمارتیں بنانے میں فخر کریں گے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اتنی باتیں کرنے اور سن لینے کے بعد وہ نو وارد تو چلا گیا مگر ہم تھوڑی دیر تک سر اسیمہ و خاموش بیٹھے رہے، تب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے عمر (رضی اللہ عنہ) کیا آپ جانتے ہیں کہ یہ نو وارد کون تھا؟ ہم نے کہا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ بہتر جانتے ہیں تو آپ ﷺ نے بتایا کہ یہ جبرائیل امین تھے جو ایک اجنبی کی شکل میں تمہیں امور دین کی تعلیم دینے آئے تھے۔ (متفق علیہ)۔

تیسرا اصول

رسول اللہ ﷺ کی معرفت:

آپ کا نام نامی اسم گرامی محمد ﷺ بن عبد اللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم ہے، بنی ہاشم قبیلہ قریش سے اور قریش عرب سے اور عرب حضرت اسماعیل بن ابراہیم خلیل اللہ علیہما علی نبینا افضل الصلوٰۃ والسلام کی اولاد ہیں۔

آپ ﷺ نے جملہ تریسٹھ برس عمر شریف پائی جن میں سے چالیس برس بعثت ونبوت سے پہلے اور تیس سال بحیثیت نبی ورسول گزارے۔ آپ کی جائے پیدائش مکہ مکرمہ ہے۔

آپ ﷺ کو نزول ﴿اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ﴾ (العلق: ۱) کے ساتھ شرف نبوت حاصل ہوئی اور نزول ﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ قُمْ فَأَنْذِرْ﴾ (المدثر: ۱-۲) کے ساتھ بار رسالت سے مشرف ہوئے، اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو شرک سے ڈرانے اور توحید کی دعوت دینے کے لئے مبعوث فرمایا، اس بات کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الْمُدَّثِّرُ ﴿۱﴾ قُمْ فَأَنْذِرْ ﴿۲﴾ وَرَبِّكَ فَكَبِّرْ ﴿۳﴾ وَثِيَابَكَ فَطَهِّرْ ﴿۴﴾ وَالرُّجُزَ فَاهْجُرْ ﴿۵﴾ وَلَا تَمْنُنْ تَسْتَكْبِرُ ﴿۶﴾ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ﴿۷﴾﴾ (المدثر: ۱-۲)

اے اوڑھ لپیٹ کر لیٹنے والے اٹھو، اور خبر دار کرو، اور اپنے رب کی بڑائی کا اعلان کرو خ اور اپنے کپڑے پاک رکھو، اور گندگی سے دور رہو، اور احسان نہ

کرو زیادہ حاصل کرنے کے لئے، اور اپنے رب کی خاطر صبر کرو۔

شرح مفردات:

﴿قُمْ فَأَنْذِرْ﴾

آپ ﷺ ان لوگوں کو شرک سے ڈرائیں اور توحید کی طرف دعوت دیں۔

﴿وَرَبُّكَ فَكَبِيرٌ﴾

توحید کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی عظمت بیان کریں۔

﴿وَتِيَابِكَ فَطَهِّرْ﴾

اپنے اعمال کو شرک سے پاک کریں۔

﴿وَالرُّجْزَ فَاهْجُرْ﴾

الرجز کا معنی اصنام (بت) اور فاجر (ان سے ہجرت کر) کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح اب تک آپ ان سے دور رہے ہیں اسی طرح ان کے بنانے اور پوجنے والوں سے دور رہیں اور ان اصنام اور ان کے سرستار مشرکوں سے بیزاری و براءت کا اظہار کریں۔

آپ ﷺ نے اس اہم بنیادی نقطے پر دس سال صرف کئے اور لوگوں کو توحید کی طرف دعوت دیتے رہے، دس سال کے بعد آپ ﷺ کو آسمانوں کی سیر (معراج) کرائی گئی اور آپ ﷺ پر چنگانہ نماز فرض کی گئی، آپ ﷺ تین سال تک مکہ مکرمہ میں نماز ادا کرتے رہے، اس کے بعد آپ ﷺ کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کر جانے کا حکم مل گیا اور بلد شرک سے بلد اسلام کی طرف منتقل ہو جانے کا نام ہجرت

ہے اور یہ بلد شرک سے بلد اسلام کی طرف ہجرت اور نقل مکانی کرنا اس امت محمدیہ پر فرض ہے اور یہ فریضہ قیامت تک باقی ہے، اس بات کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ تَوَفَّيْتُمُ الْمَلَائِكَةَ ظَالِمِينَ أَنفُسِهِمْ قَالُوا فِيمَ كُنْتُمْ قَالُوا كُنَّا مُسْتَضْعَفِينَ فِي الْأَرْضِ قَالُوا أَلَمْ تَكُنْ أَرْضَ اللَّهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوا فِيهَا فَأُولَئِكَ مَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا﴾^۱ إِلَّا الْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيعُونَ حِينَةً وَلَا يَهْتَدُونَ سَبِيلًا﴾ (النساء: ۹۷-۹۸)

جو لوگ اپنے نفس پر ظلم کر رہے تھے، ان کی روحیں جب فرشتوں نے قبض کیں تو ان سے پوچھا کہ یہ تم کس حال میں مبتلا تھے، انہوں نے جواب دیا کہ ہم زمین میں کمزور اور مجبور تھے، فرشتوں نے کہا، کیا اللہ تعالیٰ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اس میں ہجرت کرتے، یہ وہ لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے، ہاں جو مرد عورتیں اور بچے واقعی بے بس ہیں اور نکلنے کا کوئی راستہ اور ذریعہ نہیں پاتے، بعید نہیں کہ اللہ انہیں معاف کر دے، اللہ بڑا معاف کرنے والا اور درگزر فرمانے والا ہے۔

دیگر ارشاد برای تعالیٰ ہے:

﴿يُعْبَادِي الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّ أَرْضِي وَاسِعَةٌ فَإِيَّايَ فَاعْبُدُونِ﴾^۲
(العنكبوت: ۵۶)

اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو، میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی

بجالاتو۔

امام بغوی رحمۃ اللہ نے اس آیت کے شان نزول کے بارے میں کہا ہے:
”یہ آیت ان مسلمانوں کے بارے میں نازل ہوئی جو مکہ شریف میں رہ گئے
اور جنہوں نے ہجرت نہ کی، اللہ تعالیٰ نے انہیں ایمان کے نام سے ندادی اور پکارا
ہے،“

حدیث سے ہجرت کی دلیل رسالت مآب ﷺ کا یہ ارشاد گرامی ہے:
(لَا تَنْقَطِعُ الْهَجْرَةُ حَتَّى تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ وَلَا تَنْقَطِعَ التَّوْبَةُ حَتَّى
تَطْلُعَ الشَّمْسُ مِنْ مَغْرِبِهَا))

جب تک توبہ کا دروازہ بند نہیں ہو جاتا تب تک ہجرت کا سلسلہ منقطع نہیں ہوگا
جب کہ توبہ کا دروازہ اس وقت تک بند نہیں ہوگا جب تک کہ سورج مغرب سے
طلوع (روز قیامت) جب آپ ﷺ نے مدینہ منورہ میں اپنے قدم خوب جمائے تو
آپ ﷺ کو بقیہ احکام و شرائع اسلام مثلاً زکوٰۃ، روزہ، حج، اذان، جہاد، امر
بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا اور ان امور پر آپ ﷺ نے دس برس
گزارے تب آپ ﷺ نے وفات پائی مگر آپ ﷺ کا دین قیامت تک باقی رہے
گا۔

دین اسلام اور شریعت محمدیہ کا خلاصہ

آپ ﷺ کا دین (مختصر مگر جامع و مانع خلاصہ) یہ ہے: بھلائی کا کوئی ایسا کام نہیں کہ آپ ﷺ نے امت کو اس کی اطلاع نہ کی ہو اور برائی کا کوئی ایسا کام نہیں کہ جس سے امت کو متنبہ نہ کیا ہو۔

جس بھلائی کی طرف آپ ﷺ نے راہنمائی فرمائی ہے، وہ توحید باری تعالیٰ اور ہر وہ کام جسے اللہ تعالیٰ پسند کرتا ہے اور جو اس کی رضا کے حصول کا ذریعہ ہے اور جس برائی سے آپ ﷺ نے روکا اور متنبہ کیا وہ شرک اور ہر وہ کام ہے جسے اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے اور برا سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو پوری انسانیت (تمام لوگوں) کی طرف مبعوث کیا اور ہر دو عالم جن و انس پر آپ ﷺ کی اطاعت و فرمانبرداری فرض قرار دی ہے، اس بات کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا﴾

(الاعراف: ۱۵۸)

(اے محمد ﷺ) آپ کہہ دیجئے اے انسانو! میں تم سب (انسانوں) کی طرف اللہ کا پیغمبر ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر دین اسلام کی تکمیل کی (دین و دنیا کے تمام مسائل کا حل پیش کیا اور اس میں کسی قسم کی کوئی تشکیک اور کمی باقی نہیں چھوڑی) جس کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

﴿الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتَمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ

الإِسْلَامُ دِينًا ﴿المائدة: ۳﴾

آج میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر تمام کر دی ہے اور تمہارے لئے اسلام کو تمہارے دین کی حیثیت سے قبول کر لیا ہے۔
آپ ﷺ کے اس دنیا سے وفات پا جانے کی دلیل قرآن پاک میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

﴿إِنَّكَ مَيِّتٌ وَإِنَّهُمْ مَيِّتُونَ﴾ ☆ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيَامَةِ عِنْدَ رَبِّكُمْ

تَخْتَصِمُونَ ﴿الزمر: ۳۰-۳۱﴾

اے نبی ﷺ آپ کو بھی مرنا ہے اور ان لوگوں کو بھی مرنا ہے، آخر کار قیامت کے روز تم سب اپنے رب کے حضور اپنا مقدمہ پیش کرو گے۔
تمام لوگ مرنے کے بعد (روز محشر جزا و سزا کے لئے) دوبارہ اٹھائے جائیں گے، جس کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے:

﴿مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ وَ فِيهَا نُعِيدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً أُخْرَى﴾

(طہ: ۵۵)

اس زمین سے ہم نے تم کو پیدا کیا اور اسی میں ہم تمہیں واپس لے جائیں گے اور اسی سے تم کو دوبارہ نکالیں گے۔

اور یہ ارشاد ربانی بھی بعث بعد الموت کی دلیل قاطع ہے:

﴿وَاللَّهُ أَنْبَتَكُمْ مِنَ الْأَرْضِ نَبَاتًا﴾ ☆ ثُمَّ يُعِيدُكُمْ فِيهَا وَيُخْرِجُكُمْ

إِخْرَاجًا ﴿نوح: ۱۷-۱۸﴾

اور اللہ نے تم کو زمین سے خاص طور سے پیدا کیا پھر وہ تمہیں اسی زمین میں واپس لے جائے گا اور (قیامت کے روز پھر اسی زمین سے) تم کو یکا یک نکال کھڑا کرے گا۔

دوبارہ اٹھائے جانے کے بعد لوگوں سے حساب و کتاب لیا جائے گا اور ان کی اعمال (حسنہ و سیئہ) کے مطابق انہیں جزا و سزا دی جائے گی، جس کی دلیل یہ فرمان باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلِلَّهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَسَاءَ وَاٰبٰمًا عَمِلُوْا وَيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا بِالْحُسْنٰی﴾ (النجم: ۳۱)

اور زمین اور آسمانوں کی ہر چیز کا مالک اللہ ہی ہے تاکہ اللہ برائی کرنے والوں کو ان کے عمل کا بدلہ دے اور ان لوگوں کو اچھی جزا سے نوازے جنہوں نے نیک رویہ اختیار کیا ہے۔

جس نے (بعث بعد الموت) مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جانے کا انکار کیا وہ کافر ہو گیا جس کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے:

﴿رَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اَنْ لَّنْ يُبْعَثُوْا قُلْ بَلٰی وَّرَبِّیْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ وَاٰلِکُمْ عَلٰی اللّٰهِ یَسِیْرٌ﴾ (التغابن: ۷)

کافروں نے بڑے دعوے سے کہا ہے کہ وہ مرنے کے بعد دوبارہ ہرگز نہیں اٹھائے جائیں گے، ان سے کہو نہیں میرے رب کی قسم تم ضرور اٹھائے جاؤ گے پھر ضرور تمہیں بتایا جائے گا کہ تم نے (دنیا میں) کیا کچھ کیا ہے اور ایسا کرنا اللہ کے

لئے بہت آسان ہے۔

اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو (نعیم جنت کی) بشارت دینے اور (عذاب جہنم) سے ڈرانے والے بنا کر بھیجا تھا، جس کی دلیل یہ فرمان الہی ہے:

﴿رُسُلًا مُّبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ لِئَلَّا يَكُونَ لِلنَّاسِ عَلَى اللَّهِ حُجَّةٌ بَعْدَ الرُّسُلِ﴾ (النساء: ۱۶۵)۔

یہ سارے رسول خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے بنا کر بھیجے گئے تھے تاکہ ان کو مبعوث کر دینے کے بعد لوگوں کے پاس اللہ کے مقابلہ میں کوئی عذر باقی نہ رہے۔

رسولوں میں سب سے پہلے رسول حضرت نوح علیہ السلام اور سب سے آخری رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ہیں اور آپ ﷺ خاتم النبیین ہیں، حضرت نوح علیہ السلام کے پہلے رسول (نہ کہ پہلے نبی) ہونے کی دلیل یہ ارشاد الہی ہے:

﴿إِنَّا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ كَمَا أَوْحَيْنَا إِلَى نُوحٍ وَالنَّبِيِّينَ مِنْ بَعْدِهِ﴾ (النساء: ۱۶۳)۔

اے نبی ﷺ ہم نے آپ ﷺ کی طرف وحی بھیجی ہے جس طرح نوح (علیہ السلام) اور ان کے بعد کے پیغمبروں کی طرف بھیجی تھی۔

ہر امت کی طرف اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک رسول بھیجے ہیں جو اپنے امتیوں کو اللہ کی عبادت کا حکم دیتے اور ”طاغوت“، کی عبادت سے منع کرے چلے آئے ہیں، جس کی دلیل یہ ارشاد الہی

ہے:

﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِي كُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولًا أَنِ اعْبُدُوا اللَّهَ وَاجْتَنِبُوا
الطُّغُوتَ﴾ (النحل: ۳۶)

ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیج دیا اور اس کے ذریعہ سب کو خبردار کر دیا
کہ ”اللہ کی بندگی کرو اور طغوت کی بندگی سے بچو۔

اللہ تعالیٰ نے تمام بندوں (جن وانس) پر طغوت کا انکار و کفر اور اللہ پر ایمان
لانا فرض قرار دیا ہے، امام ابن قیم رحمہ اللہ ”طغوت“ کی تعریف بیان کرتے ہوئے
کہتے ہیں:

جس کسی بھی باطل معبود (جس غیر اللہ کی عبادت کی جائے) یا متبوع (جس کی
ایسے امور میں اتباع کی جائے جن میں اللہ تعالیٰ کی معصیت ہو) یا مطاع (جس کی
اطاعت امور حلت و حرمت میں اس طرح کی جائے کہ جس میں فرامین الہی کی
مخالفت ہو) کی وجہ سے بندہ اپنی حدود بندگی (خالص عبادت الہی) سے تجاوز کر
جائے وہی چیز ”طغوت“ ہے اور طغوت تو بے شمار ہیں مگر ان کے سربراہان پانچ
ہیں:

۱- ابلیس لعین.

۲- ایسا شخص جس کی عبادت کی جائے اور وہ اس فعل پر رضامند ہو۔

۳- جو شخص لوگوں کو اپنی عبادت کرنے کی دعوت دیتا ہو۔

۴- جو شخص علم غیب جاننے کا دعویٰ کرتا ہو۔

۵- جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت کے خلاف فیصلہ کرے۔

اور اس بات کی دلیل یہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ قَدْ تَبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَكْفُرْ بِالطُّغُوتِ
وَيُؤْمِنُ بِاللَّهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ لَا انْفِصَامَ لَهَا وَاللَّهُ
سَمِيعٌ عَلِيمٌ﴾ (البقرة: ۲۵۶)

دین کے معاملہ میں کوئی زور زبردستی نہیں ہے کیونکہ ہدایت یقیناً گمراہی سے ممتاز ہو چکی ہے، اب جو کوئی طاغوت کا انکار کر کے اللہ پر ایمان لے آیا، اس نے ایک ایسا مضبوط سہارا تھام لیا جو کبھی ٹوٹنے والا نہیں ہے اور اللہ سب کچھ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

یہی لالہ لہ لا اللہ (اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں) کا صحیح مفہوم و معنی ہے۔

حدیث پاک میں رسالت ماب صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کا ارشاد ہے:

((رَأْسُ الْأَمْرِ الْإِسْلَامُ وَعَمُودُهُ الصَّلَاةُ وَذُرْوَةُ سَنَامِهِ الْجِهَادُ

فِي سَبِيلِ اللَّهِ)) (طبرانی کبیر، صححہ السیوطی فی جامع

صغیر وحسنہ المناوی فی شرحہ) واللہ اعلم۔

اس دین کی اصل چیز ”اسلام“ ہے اور اس کا ستون نماز ہے اور اس کا اعلیٰ ترین

مرتبہ و مقام جہاد فی سبیل اللہ ہے۔